سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۵۱

انعاماتِ الٰہیہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۱

انعاماتِ الٰہیہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مُجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : انعاماتِ الٰہیہ (دو تقاریر)
واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخِ وعظ : ۲۸ / محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱ / اپریل ۲۰۰۲ء
مقام : دارالعلوم آزادوِل (جنوبی افریقہ)
مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخِ اشاعت : ۲/ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ / مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مرتب

آج صبح مؤرخہ ۲۸/ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱/ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات حضرتِ اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی دو دن قیام کے لیے اپنے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبد الحمید صاحب کے جامعہ دار العلوم آزادوِل تشریف لائے۔ قبیل مغرب حضرت مولانا عبد الحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزادوِل نے حضرت والا سے درخواست کی کہ حضرت والا کے مزاج مبارک پر اگر گراں نہ ہو تو دار العلوم کی مسجد میں مجلس ہو جائے تو بہت نفع ہو گا اور سب طلبا مستفید ہو سکیں گے۔ حضرت والا نے مولانا کی یہ تجویز قبول فرمائی اور بعد مغرب رہائش گاہ سے بذریعہ کار دار العلوم کی مسجد کے دروازے تک تشریف لائے اور وہاں سے وہیل چیئر پر مسجد تشریف لے گئے۔ حضرت والا آج کل بوجۂ عذر تقریر نہیں فرماتے اور آج بھی تقریر کا نظم نہیں تھا، لیکن جب حضرت والا نے ارشاد فرمانا شروع کیا تو علماء طلبا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد حضرتِ والا الحمد للہ تعالیٰ مختلف موضوعات پر عجیب و غریب مضامین بیان فرماتے رہے اور شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب ناصر انگریزی میں ترجمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ الحمد للہ! ڈیڑھ گھنٹے تک حضرت والا کے ارشادات جاری رہے۔

بیان کے بعد حضرت والا رہائش گاہ آزادوِل تشریف لائے اور کچھ خاص احباب بھی بعد عشاء آگئے، تو فرمایا میں قسم کھا سکتا ہوں کہ مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ کیا بیان کروں گا؟ میرے ارادے کا اس میں کوئی دخل نہیں، وہ دیتے گئے میں لیتا گیا اور لے کر لوگوں کو دیتا گیا، سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہماری بھی جو تعریف کرتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہے، کیوں کہ دینے والا وہ ہے۔ اگر اللہ کی مدد نہ ہو تو فالج میں یہ باتیں یاد رہ سکتی ہیں؟ ہم ہردوئی میں ایک مریض کو دیکھنے گئے جو حافظِ قرآن تھے، قل ھو اللہ بھی بھول گئے تھے، الحمد شریف بھی یاد نہ تھی۔

مرتب:

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

انعاماتِ الٰہیہ

تقریر اوّل

تشکر علاجِ تکبّر ہے

ارشاد فرمایا کہ مقرر جب اپنے سامنے ایک لاکھ کا مجمع دیکھتا ہے تو دل میں ایک نشہ آجاتا ہے تکبر اور عجب کا غیر شعوری طور پر، غیر ارادی طور پر۔ اولیائے صدیقین بلکہ اولیائے صدیقین کے آخری درجے میں جو ہوتا ہے وہی عجب و کبر سے مکمل طور پر بچتا ہے اور اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ مجمع دیکھ کر یہ سوچے کہ معلوم نہیں میرا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ قبولیت کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں۔ مرنے کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیں کہ تمہاری تقریروں سے، تمہاری تحریروں سے، تمہارے اعمال سے ہم خوش اور راضی ہیں تب تک کسی عمل کی قبولیت کا اعتبار نہیں۔ اگر اللہ راضی نہیں ہے تو اس کا چوگنا اور آٹھ گنا مجمع واہ واہ کرے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ بیان کیا کہ دیہاتی لوگ جب کسی چیز کے متعلق پوچھتے ہیں تو لاٹھی سے اس چیز پر ٹھونگا مار کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا بیچ رہے ہو؟ تو ایک دیہاتی نے ایک چوڑی بیچنے والے کے تھیلے پر لاٹھی سے ٹھونگا مار کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس کی آدھی چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ چوڑی والے نے کہا کہ کیا بتاؤں یہ کیا ہے؟ لاٹھی سے ایک ٹھونگا اور مارو تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اپنے اعمال کے بارے میں صوفیا اور بزرگانِ دین یہ تصور کرتے ہیں کہ قیامت کے دن معلوم نہیں یہ قبول ہیں یا نہیں؟ ابھی قبولیت کی قطعی طور پر آپ کو کیسے اُمید ہوگئی؟ اس لیے فرمایا کہ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ[1]

---

[1] النور:٣٧

اللہ والے اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن قلب اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہو جائیں گی۔ بھائی! اکڑے تو وہ جس کو اپنے اعمال کی قبولیت کا یقین ہو، ابھی جب مرے نہیں تو اللہ کے فیصلے کا علم کیسے ہو گیا؟ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہو؟ اپنے منہ سے خود ہی تعریف کر رہے ہو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ ہو، اس کا خوف کرو کہ نہ معلوم عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ اگر قبول ہے تو سبحان اللہ! اگر قبول نہیں تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اللہ کی لعنت ہے ایسے عمل پر، لہٰذا اس وقت جو لوگ کتاب پڑھیں یا تقریر کریں وہ اس کا مراقبہ کریں کہ معلوم نہیں میرا عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ ورنہ چند بندے چند بندوں کی تعریف کر رہے ہیں، چاہے ایک بندہ تعریف کرے یا ایک لاکھ بندے تعریف کریں تو میزانیہ بندہ ہی آئے گا، کیوں کہ بندوں کا مجموعہ بندہ ہی ہوتا ہے۔ بندے کی قیمت مالک لگاتا ہے، اس لیے یہ سوچو کہ ہماری تقریر کی قیمت کیا ہو گی؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے، اس لیے نہ اپنے منہ سے میاں مٹھو بنو، نہ لوگوں کی تعریف میں آؤ، کیوں کہ لوگوں کی تعریف میں آنا اور اپنے کو تعریف کا مستحق سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ ہمارا جن سے پالا پڑے گا یعنی اللہ تعالیٰ جب پاس کر دیں اور اللہ راضی ہو جائیں تب سمجھو کہ ہاں پاس ہو گئے۔

ایک لڑکی نے ایک زیور بنایا جس کو جھلنی کہتے ہیں، ناک میں جھولتی رہتی ہے، اس لیے اس کا نام ہی جھلنی رکھ دیا۔ تو محلہ کی لڑکیوں نے اس کی بہت تعریف کی کہ بہن! تم بہت اچھی معلوم ہوتی ہو تو وہ رونے لگی۔ سہیلیوں نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ ہماری تعریف کی تم نے یہ قدر کی؟ ہماری تعریف پر تو تم کو شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ اس نے کہا کہ کیا شکریہ ادا کروں؟ میں نے یہ جھلنی اپنی طبیعت سے بنوائی ہے، معلوم نہیں کہ شوہر کو بھلی معلوم ہو کہ بُری معلوم ہو۔ شوہر جب تعریف کرے گا تب میں خوشی محسوس کروں گی، تمہاری تعریفوں سے میرا کیا بھلا ہو گا؟ جس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے وہ اگر خوش ہو گیا تو میرا کام بنے گا۔ ایسے ہی جب اللہ بندے کی تعریف کر دے تب ہماری خوشی کا دن ہو گا، ورنہ اگر ساری مخلوق تعریف کرے تو اللہ کا شکر تو ادا کرے کہ اس نے ستاری فرمائی، پردہ پوشی کی، مخلوق میں بڑا دکھایا، یہ اللہ کا کرم ہے! شکر گزار رہو، ناز نہ کرو۔ مخلوق میں تعریف ہو تو یہ حسنہ کی تفسیر ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً[۲] کی دس تفسیریں ہیں: ان میں سے ایک ثَنَاءُ الْخَلْقِ[۳] ہے۔ پس جب مخلوق تعریف کرے تو سن کر اللہ کا شکر کرے کہ اے اللہ! تو نے میرے عیبوں کو چھپادیا اور بھلائیاں ظاہر کردیں اور لوگوں کی نگاہوں میں میری تقریر یا تحریر کو اچھا دکھادیا۔ ایسے وقت میں شکر کرنے سے تکبر سے بچ جائے گا، کیوں کہ تکبر سببِ بُعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے اور شکر سببِ قرب ہے، اللہ سے قرب کا سبب ہے اور سببِ قرب اور سببِ بُعد دونوں میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے اور یہ ہمارا ٹیلی فونک خطاب ہے جو کراچی سے ایک بار ساؤتھ افریقہ کیا گیا تھا ایک عالم کے جواب میں۔ پس جب تک تشکر کی کیفیت ہوگی کبھی تکبر پاس نہیں پھٹکے گا، کیوں کہ تشکر کبھی سببِ بُعد نہیں ہوسکتا۔ تکبر اللہ کی رحمت سے دور کرتا ہے، متکبر کو اللہ کی طرف دھیان نہیں رہتا، اپنے اوپر نظر ہوتی ہے کہ یہ میرا کمال ہے اور تشکر میں اپنے کمالات کی نسبت کا غلبہ اللہ کی طرف ہوتا ہے۔ تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ نے مجھے یہ سلیقہ عطا فرمایا کہ آج مخلوق میں میری تعریف ہورہی ہے، یہ آپ کی عطا اور آپ کا کرم ہے، میرا کمال نہیں۔

کبر کا ایک اور علاج

اس کے بعد حضرت والا کے خلیفہ جناب مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کے ارشادات کا انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔ ترجمہ کے بعد حضرت والا نے مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں اپنے کو تمام مسلمانانِ عالم سے کمتر سمجھتا ہوں۔ کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی فعل قبول ہوگیا ہو اور میرا کوئی فعل نامقبول ہو۔ کیوں کہ اس کا امکان ہے، اس لیے تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال۔ روزانہ دُعا میں اس جملہ کو بار بار کہو، بار بار کہنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسرا جملہ کہو کہ کافروں اور جانوروں سے، کتے اور سور سے کمتر ہوں فی المآل یعنی بہ اعتبار انجام کے، کیوں کہ اپنا انجام ابھی مجھے نہیں معلوم۔ اگر خاتمہ ایمان

---

[۲] البقرۃ:۲۰۱

[۳] روح المعانی:۹۱/۲،البقرۃ(۲۰۱)،دار احیاء التراث،بیروت

پر ہو گیا تب تو میں اچھا ہوں، لیکن اگر خاتمہ خراب ہو گیا، نعوذ باللہ خاتمہ کفر پر ہوا تب تو کتے، سور بھی مجھ سے افضل ہیں۔ جو شخص تکبر سے نجات چاہے یہ دو جملے روزانہ زبان سے کہے اور اتنی زور سے کہے کہ اپنا کان سنے، اتنی زور سے نہ کہے کہ دوسروں کے کان بھی سنیں، کیوں کہ دوسروں کو اپنی تواضع تھوڑی دکھانا ہے، اللہ سے تواضع کی اس جملہ سے بھیک مانگنا ہے۔

اگر کوئی باپ اپنے بچے کو ایک بہت عمدہ شیروانی بنوادے اور وہ بچہ اکڑ رہا ہو کہ دیکھو میری شیروانی! باپ کا نام بھی نہ لے رہا ہو اور سب بھائیوں پر تبختر اور اپنی بڑائی جتا رہا ہو، تو اس سے باپ ناراض ہو گا کہ ہم نے تم کو شیروانی اس لیے تھوڑی بنوا کر دی تھی کہ تم بھائیوں پر اپنی فضیلت بیان کرو تم نے تو میرا نام بھی نہیں لیا اور میری عطا کو اپنا کمال سمجھا۔ اور وہی بیٹا کہے کہ واہ رے میرے ابا! میرے ابا کو خدا جزائے خیر دے، میرے ابا نے یہ مجھے عطا کی ہے۔ تو یہی نعمت ذریعۂ شکر ہو گئی اور باپ بھی خوش ہو گیا۔

پس ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو کہ اللہ نے یہ ہمیں بلا استحقاق محض اپنے کرم سے عطا فرمائی ہے، میں اس کا مستحق نہیں تھا۔ انسان کے کمالات کیا ہیں؟ سارے کمالات اللہ کے لیے ہیں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ حمد کی چار تعریفیں ہو سکتی ہیں۔ اب منطق سن لیجیے۔ تعریف کی چار قسمیں ہیں:

۱) بندہ بندے کی تعریف کرے۔ ۲) بندہ اللہ کی تعریف کرے۔ ۳) اللہ بندے کی تعریف کرے۔ ۴) اللہ خود اپنی تعریف کرے۔ ان چار کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ میں دارالعلوم میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی پانچویں قسم ہو تو میرے سامنے پیش کرو۔ میں وہ جاہل پیر نہیں ہوں کہ مرعوب ہو جاؤں گا۔

مومن کے لیے مصیبت کے نافع ہونے کا منطقی استدلال

مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پر معقول کا غلبہ تھا۔ خانقاہ میں قیام کے لیے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے کہ گھر سے خط آیا کہ بیوی بچے سب بیمار ہیں۔ یہ بہت تشویش میں تھے، جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت سارے گھر والے بیمار ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب! جب مومن کا عقیدہ مقدر پر ہے تو پھر اسے مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَا[٤]

لَنَا کا لام یہاں نفع کے لیے ہے۔ مومن کو جو مصیبت پہنچتی ہے تو اس میں مومن ہی کا نفع ہے۔ اس کے بعد حکیم الامت نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ چوں کہ آپ منطقی آدمی ہیں، اس لیے منطق سے سمجھاتا ہوں کہ مومن کو جو تکلیف اللہ دیتا ہے، اس میں سراسر مومن کا ہی فائدہ ہے۔ مومن کو جو تکلیف یا بلا اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اس میں صرف چار صورتیں ہیں۔ چیلنج کرتا ہوں کہ پانچویں کوئی صورت نہیں ہے:

۱) مومن کو تکلیف دے کر اللہ سو فیصد فائدہ اُٹھالے، یہ ناممکن ہے، کیوں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ بندوں کا محتاج ہے اور چوں کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے لٰہذا یہ صورت محال ہے۔

۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ سو فیصد نفع نہ لے، پچاس فیصد لے یعنی ففٹی ففٹی کر لے کہ پچاس فیصد بندے کو دے دے، پچاس فیصد خود لے لے۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ اس میں بھی اللہ کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور اللہ کسی کا محتاج نہیں، نہ کم نہ زیادہ، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔

۳) تیسری شکل یہ ہے کہ نہ بندے کا فائدہ ہو نہ اللہ کا، جس کو چاہا کھانسی دے دی، جس کو چاہا بخار دے دیا، کسی کو صدمہ و غم دے دیا، کسی کا ایکسیڈنٹ کرادیا جس میں کوئی فائدہ اور مقصد نہیں۔ تو بے فائدہ کام کرنا، بے مقصد کام کرنا، فضول اور لغو کام کرنا یہ اللہ کی عظمت کے خلاف ہے۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

۴) اب صرف چوتھی شکل باقی ہے کہ ہر مصیبت اور تکلیف میں سو فیصد مومن ہی کا فائدہ ہے۔ قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ میں لام نفع کے لیے ہے، ورنہ علیٰ آتا جو ضرر کے لیے آتا ہے۔

تو یہ کہتا ہوں کہ ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو، ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرو، تشکر کی کیفیت غالب رہے تو تکبر پاس نہیں آئے گا۔ تکبر سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر تشکر غالب ہو، کیوں کہ تشکر سببِ قرب ہے، شکر کرنے سے قربِ الٰہی بڑھتا ہے اور تکبر سے بُعد اور دوری ہوتی ہے اور دوری اور حضوری میں تضاد ہے اور اجتماع ضدین محال ہے۔

[٤] التوبۃ:۵۱

تکبر کا نقصان اور تواضع کا فائدہ

اور تکبر ایسی بُری بیماری ہے کہ اگر دل میں ایک ذرّے کے برابر، رائی کے برابر بھی ہوگا تو جنت تو کیا، جنت کی خوشبو بھی نہیں پاؤگے۔ اور تکبر غیر شعوری طور پر آجاتا ہے۔ اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو ایک بخاری پڑھانے والا دوسروں کو اپنے سامنے حقیر سمجھ سکتا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ اپنے کو سب مسلمانوں سے کمتر سمجھو فی الحال یعنی موجودہ حالت میں بھی ہم تمام مسلمانوں سے کمتر ہیں اگرچہ بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔

اس لیے یہ جملہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو، اس کا معمول بنالو کہ یااللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ ابھی اپنا انجام نہیں معلوم۔ تو اللہ ایسے بندے سے کتنا خوش ہوگا کہ باوجود صدہا ہنر اور خوبیوں کے اپنے کو بے قدر سمجھتا ہے۔ بے قدر کا خود کو بے قدر سمجھنا کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ صدہا ہنر ہوتے ہوئے اللہ کے خوف سے خود کو بے قدر سمجھے۔ یہ خود کو بے قدر سمجھے گا، لیکن لوگ اس کو بے قدر نہیں سمجھیں گے۔ لوگ اور قدر کریں گے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ[۵] تواضع کے بعد لِلّٰہِ لگا ہوا ہے کہ جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا۔ لِلّٰہ یہاں کیوں لگایا؟ کیوں کہ بعض لوگ تواضع کرتے ہیں تاکہ میری تعریف ہو کہ بہت متواضع ہیں۔ یہ تواضع لِلّٰہِ نہیں ہے لِلنَّفْسِ ہے۔ ایسی تواضع پر رفعت وبلندی کا وعدہ نہیں ہے، جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ اس کو بلندی دے گا۔ یہاں پر ارشاد فرمایا کہ یہ تو میری تقریر ہوگئی حالاں کہ میں آج کل تقریر نہیں کرتا۔ (اس کے بعد مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

ایک عجیب تعلیمِ فنائیت

ترجمہ کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اچھا ایک بات عرض کرتا ہوں جو سمجھ میں مشکل سے آئے گی لیکن کچھ لوگ سمجھ لیں گے۔ اُمید ہے کہ میں اس کو آسان کروں گا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں:

---

۵ مشکوۃ المصابیح: ۲/۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

اِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَاءِ وَالسَّالِکِیْنَ یُنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِہِمْ اِلٰی مُجَاھَدَاتِہِمْ فَھٰذَا عَیْنُ الْکُفْرَانِ

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بہت سے صوفیا جو دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں وہ اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ اب اس میں تو بڑے بڑے لوگ مبتلا ہیں کہ صاحب ہم نے بڑے پاپڑ بیلے، اتنے مجاہدات کیے تب یہ نعمت ہم کو ملی ہے، لیکن یہ سوچنا چاہیے کہ آپ نے مجاہدات تو کیے، لیکن ان مجاہدات کے ساتھ بعض بے اصولیاں ایسی زہرِ قاتل ہیں کہ جو سب کو کراس (Cross) کردیں، اس لیے مجاہدہ تو ہے لیکن اپنے اعمال کو بھی دیکھیے! اس لیے اپنے کسی کمال کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ ان کی عطا اور ان کا انعام سمجھے کہ ان کے فضل کا سبب ان کا فضل ہے، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے، میرا مجاہدہ نہیں ورنہ میرے اعمال ایسے ہیں جو سارے مجاہدات پر پانی پھیر دیتے ہیں اور بجائے ثواب کے سزا کا مستحق بناتے ہیں۔ اب ہے کسی کا منہ جو اپنے مجاہدات کو اہمیت دے، جبکہ اس کا بعض عمل اس کو مجرم اور سزا کے قابل بنادیتا ہے، لہٰذا اللہ کے کسی انعام کو اپنے بڑے سے بڑے مجاہدہ کا ثمرہ نہ سمجھو بلکہ ان کی عطا کا سبب ان کی عطا ہے۔ ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی کہو کہ اے اللہ! مجھ پر جو آپ کی عنایات ہیں ان کا سبب آپ کی عنایات ہیں۔ مجھ پر جو آپ کا فضل ہے اس کا سبب آپ کا فضل ہے۔ میرے مجاہدے اس کا سبب نہیں ہوسکتے۔

بتایئے باریک بات ہے کہ نہیں؟ علماء نے عرض کیا کہ بہت باریک بات ہے اور ہمارے لیے سبق ہے۔ فرمایا کہ یہ سبق بھی آج بلاارادہ دے دیا، کچھ سوچ کر نہیں بیٹھا تھا۔ کوئی مضمون بیان کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ بس اس کا ترجمہ کردیجیے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے اس کا ترجمہ فرمایا)

رضا بالقضاء موجبِ اطمینان ہے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ کبھی کسی کو کسی سے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو منہ سے

غیبت نکل جاتی ہے کہ فلاں آدمی ایسے ویسے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جن لوگوں سے تکلیف پہنچ جائے تو کچھ منہ سے نہ نکالے اور راضی رہے اللہ پر۔

مَنْ یَنْظُرُ اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ لَا یُفْنِیْ اَیَّامَہٗ بِمُخَاصَمَۃِ النَّاسِ وَیَقُوْلُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ[۱]

مَجَارِی جمع ہے مَجْرٰی کی یعنی جاری ہونے کی جگہ۔ مراد عرشِ اعظم ہے کہ اللہ کا فیصلہ عرشِ اعظم سے جاری ہوتا ہے۔ پس جس کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے مجاری قضا سے ہوتا ہے، وہ لوگوں کے جھگڑوں میں اپنے وقت کو ضایع نہیں کرتا اور کہتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج آپ لوگوں پر کوئی الزام نہیں، شیطان نے بھائیوں کے درمیان گڑبڑ کردی تھی۔ بھائیوں کی غلطی کو شیطان کے اوپر ڈال دیا، یعنی بھائیوں کی غلطی کو شیطان کی طرف منسوب کرکے ان کو بری کردیا تاکہ ندامت کے ساتھ وہ نہ کھائیں پئیں۔ اس کی نظر لوگوں پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ پر ہوتی ہے کہ یہ سب وہاں سے آیا ہے۔ بھلا اُن کی مجال تھی کہ یہ میرے منہ کو آتے ؎

بھلا ان کا منہ تھا مرے منہ کو آتے
یہ دشمن ان ہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

تو اس سے بڑا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مجاری قضا پر اس کی نظر ہوتی ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کو یہی منظور تھا، اس لیے یہ لوگوں سے جھگڑنے میں اپنا وقت ضایع نہیں کرتا۔ جانتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر وہ زیادتی کررہے ہیں تو اس کی سزا اللہ ان کو دے گا، یہ خود تو گناہ گار اور ظالم نہیں ہوگا۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

گناہ کی ترغیب دینے والا بھی مجرم ہے

ترجمہ کے بعد مولانا منصور الحق صاحب سے فرمایا کہ بیٹھیے ابھی اور سنیے۔ یہ سن کر

[۱] بیان القرآن: ۹۵/۱، یوسف (۹۲)، ایچ ایم سعید

تمام سامعین خوش ہوگئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عورت زلیخا عزیز مصر کی بیوی نے بُرے کام کی طرف ورغلایا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جمع کا صیغہ نازل کیا مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ [ک] اے اللہ! مجھے قید خانہ پیارا ہے اس بات سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلارہی ہیں۔ یَدۡعُوۡنَ جمع کا صیغہ ہے واحد کا نہیں ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ ورغلانے والی صرف ایک عورت تھی تو جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل کیا؟ حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس کا جواب دیا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ آپ زلیخا کی خواہش پوری کردیجیے۔ تو بُرے کام کی سفارش کرنے والیوں کو اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں شامل کردیا جمع کا صیغہ نازل فرماکر۔ معلوم ہوا کہ بُرائی کی سفارش کرنے والا اتنا ہی مجرم ہے جتنا بُرائی کرنے والا۔

بنگلہ دیش کے شہر سلہٹ کے ایک بڑے دارالعلوم میں بہت بڑے مجمع کے سامنے میرے بیان کے دوران ہی ایک عالم نے اشکال کردیا کہ یَدۡعُوۡنَ تو مذکر ہے، تو مؤنث کے لیے یعنی عورتوں کے لیے اللہ نے کیوں استعمال کیا؟ میں نے کہا مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے یَدۡعُوۡنَ استعمال ہوتا ہے۔ پھر میں نے گردان سنائی یَدۡعُوۡ یَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ تَدۡعُوۡ تَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ بڑھاپے میں صرف ونحو کسی پیر کو یاد رہتا ہے؟ لیکن اللہ کا کرم ہے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

موقعِ فرار پر دعا کے لیے بھی قرار جائز نہیں

ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب یوسف علیہ السلام کو ورغلایا کہ یہ گناہ کرو، ورنہ میں تم کو جیل میں ڈلوادوں گی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ میں گر کر دعا نہیں مانگی بلکہ وہاں سے فوراً بھاگے۔ معلوم ہوا موقعِ فرار پر موقعِ قرار جائز نہیں ہے کہ وہاں بیٹھ کر دُعا کرو۔ بعض لوگ اسی معشوق کے پاس بیٹھ کر روتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دُعا کرنے کے بعد منہ کالا کرلیا۔ شیطان بہت چالاک ہے، جس دن بندے کو زیادہ

ک یوسف:۳۳

روتے ہوئے دیکھتا ہے اس دن اور زیادہ گناہ کراتا ہے، کہتا ہے آج تو بہت رو چکے، پچھلے پاپ سب دھل گئے، پچھلا حساب صاف ہو گیا، چلو آج نیا بازار لگائیں۔ جب گناہ کے اسباب پیدا ہو جائیں تو یہ موقعِ فرار ہے، یہاں پر فرار واجب ہے۔

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ[۸]

اَیْ فَفِرُّوْا عَمَّا سِوَی اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ[۹]

غیر اللہ سے اس وقت بھاگنا فرض ہے، وہاں بیٹھ کر اس وقت دُعا مانگنا قرآن کی روشنی میں جائز نہیں ہے۔ جہاں ہر طرف میگنٹ لگے ہوں وہاں اٹھنی بیٹھ کر دُعا کرے کہ یا اللہ! میں نہ کھنچوں تو دُعا مانگنے کے باوجود میگنٹ کھینچ لے گا۔ پہلے بھاگو، بھاگنے کا حکم بھی تو اللہ ہی کا ہے کہ نامناسب موقع سے بھاگو، وہاں سے بھاگنا عبادت ہے، بھاگنا فرض ہے، بھاگنا مرضیٔ الٰہی ہے، منشائے الٰہی ہے کہ تیزی سے بھاگو ورنہ حسن کے میگنٹ تمہیں کھینچ لیں گے۔ میگنٹ بھی تو اللہ ہی کا ہے، انہوں نے حسن کے میگنٹ لگا رکھے ہیں اور بھاگنے کا حکم بھی وہی دے رہے ہیں، لہٰذا ان کے حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ پس جہاں موقعِ فرار ہو وہاں فرار واجب ہے، قرار واجب نہیں ہے، خواہ بصورتِ دعا ہو۔ فرار کے وقت بھاگتے ہوئے جو کچھ کہہ سکو کہ یا اللہ! مدد فرما، یہ صحیح ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگے تھے۔ بھاگنے سے تالے ٹوٹے ہیں، اللہ نے مدد کی اور بھاگنے کا انعام مل گیا، تالے خود بخود کھل گئے۔ پس جو انبیاء علیہم السلام کا عمل ہے اس کی نقل اُمت پر واجب ہے۔ یہ سبق بہت ضروری ہے۔ آج ضروری ضروری سبق دیے گئے ہیں۔ (حضرت والا نے مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ اس کو بھی بیان کر دیجیے۔ مولانا نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔)

پھر فرمایا کہ حسن میں بھی کشش ہے اور عشق میں بھی کشش ہے۔ دونوں پاس رہیں گے تو بچ نہیں سکتے، ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے، اس لیے فرار واجب ہے کہ محاذات سے الگ ہو جاؤ تو میگنٹ کا تعلق ختم ہو جائے گا۔ جب آمنے سامنے نہ رہیں گے، دور رہیں گے

۸؎ الذّٰریٰت:۵۰

۹؎ روح المعانی:۲۷/۲۵، ذکرہ فی اشارات سورۃ الذّٰریٰت

تو میگنٹ کیا کرے گا، دور رہنے سے اس کے دائرۂ کشش میں نہ آئیں گے اور میگنٹ کچھ نہ کرسکے گا۔ اٹھنی میگنٹ کے سامنے رہے گی تو ناچتی رہے گی، میگنٹ کی طرف کھنچتی رہے گی اور جب اس کے محاذات سے ہٹ جائے گی تو اس کے اثر سے بچ جائے گی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے میگنٹ کے محاذات سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھگادیا، اس لیے بھاگنا فرض ہے، چاہے بھاگتے ہوئے دُعا کرتے رہو، لیکن وہاں دُعا کے لیے بھی رکنا جائز نہیں۔ قدم فرار کے مضبوط رہیں۔ اگر قدم فرار کے مضبوط نہ ہوئے تو میگنٹ غالب ہو جائے گا۔ فرار اختیار کرنا واجب ہے۔ جو لوگ گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں ان کا فرار کمزور ہوتا ہے۔ اگر ہمت کرکے بھاگ جائیں تو میگنٹ کیا کرے گا، لہٰذا اس کو یاد رکھو کہ گناہ کے موقع سے فرار واجب ہے اس وقت نہ بھاگنا اور آنسو بہانا، رونا دھونا سب بے کار ہو جائے گا، اس وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی کام نہیں کرے گا۔ فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ کا حکم نصِ قرآن ہے، جو نصِ قرآن پر عمل نہ کرے اس کا مبتلا ہو جانا کیا بعید ہے! یہ باتیں بہت اہم ہیں۔ فرمایا کہ اب ترجمہ کردو۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

بس اب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے متعلقین کو اور آپ کو اور آپ کے متعلقین کو قیامت تک نسلاً بعد نسلٍ اولیائے صدیقین کا مقام عطا فرمادے، یعنی دنیا ہی میں ہمارا ایمان ایسا ہو جائے جیسے دوزخ اور جنت کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اللہ ہر گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دونوں کام یعنی نیک کام کرنے کی اور بُرائی چھوڑنے کی توفیق دے کیوں کہ جو نیک کام کرے اور بُرائی نہ چھوڑے تو وہ کیسے ولی اللہ ہو گا؟ اللہ مجھ کو بھی توفیق دے کہ اختر ہر سانس اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی ناراض نہ کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

❋❋❋❋

تقریر ثانی

شب یکم صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۱۲/ اپریل ۲۰۰۲؁ء

بروز جمعہ بعد مغرب مسجد دار العلوم آزاد ول

بعد مغرب حضرت والا آج پھر مسجد میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا جس سے بعض ارشادات نقل کرتا ہوں۔ (جامع)

صحابہ کا ادب

ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ شریف ہجرت کی تو صحابہ کمزور ہوگئے۔ صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ مدینے کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں آئی بلکہ یہ کہا کہ ہم مدینہ منورہ کی آب وہوا کو موافق نہیں ہوئے۔ صحابہ کا ادب دیکھیے۔ صحابہ کی علمی قابلیت تو زیادہ نہیں تھی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے وہ سراپا ادب تھے کہ بڑے بڑے علم والے ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر یہ کہتے کہ وہاں کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں آئی تو مدینہ شریف کی آب وہوا کی توہین ہو جاتی۔ صحابہ کے ادب نے گوارا نہیں کیا کہ مدینہ شریف کی آب وہوا کو اپنے لیے مضر قرار دیں، اس لیے فرمایا کہ ہم یہاں کی آب وہوا کو موافق نہیں ہوئے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

ظاہری آرایش سے زیادہ باطن کی درستگی اہم ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ ظاہر کو اہمیت دیتے ہیں کہ ظاہر حسین ہو، اندر چاہے کچھ بھی ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمانوں کا، حاجیوں کا سر منڈوادیا اور بعض کا قصر کرا دیا کیوں کہ بال فتنے کا سبب تھے، اس لیے ظاہری حسن کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے اپنے مدرسے میں ایک طالب علم کا سر منڈوا دیا کیوں کہ لڑکے بے ریش ہوتے ہیں اور بال فتنہ ہوتے ہیں، تو اس کی ماں نے مجھے ٹیلی فون کیا کہ آپ نے میرے لڑکے کے بال منڈوا کر اس کی توہین کی، سب اعزّہ واقربا اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ

توہین نہیں ہے۔ اگر یہ توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے مہمانوں کی توہین کرتے کہ سب حاجیوں کا سر منڈوا دیا؟ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے کا دل بھی پاک ہو جائے، جسم بھی پاک ہو جائے۔ بعض اہلِ دنیا بڑی محنت سے بال بناتے ہیں اور بال بنا کر حسینوں کو پھنساتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ باطن کو دیکھتے ہیں، سر منڈوا کر بڑے بڑے نوابوں کو مسکین بنا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس میں باطنی مال کا اضافہ ہے، جب ظاہر کی طرف سے لاپروائی ہو گی تو باطن چمک جائے گا۔ جو لوگ ظاہر کو زیادہ سنوارتے ہیں وہ باطن سے غافل ہوتے ہیں، لہٰذا ظاہر کو اللہ نے اہمیت نہیں دی کہ بالوں کی فکر چھوڑو، احرام باندھو، دیوانے بنو اور شکل بھی دیوانوں کی سی بناؤ۔ جب دنیوی محبت میں لوگ اپنے ظاہر سے بے پروا ہو جاتے ہیں تو میری محبت میں میرے دیوانوں کا کیا حال ہونا چاہیے؟

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

ستر کے متعلق ایک دلچسپ حکیمانہ جواب

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے ہردوئی میں پوچھا کہ ناف سے نیچے گھٹنے تک چھپانا کیوں فرض ہے جبکہ اصل ستر کو چھپانے کے لیے تو ایک لنگوٹی بھی کافی تھی۔ میں نے جواب دیا جہاں فوجی افسر رہتے ہیں وہاں دور دور تک تار لگا دیے جاتے ہیں تاکہ کوئی دشمن فوجی افسر کو نقصان نہ پہنچا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے فوجی افسر کی حفاظت کا انتظام کیا کہ ناف سے گھٹنے تک حفاظت رہے اور کوئی نقصان نہ پہنچا سکے یعنی کھلی ہوئی ستر دیکھ کر شہوانی ہیجان نہ پیدا ہو اور معصیت میں مبتلا ہو کر آخرت کا نقصان نہ کر بیٹھے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا حکم تمام صحابہ کو دیا گیا کہ جہاں میرا نبی جا رہا ہے تم سب وہاں جاؤ، کعبہ سے مت چپکے رہو۔ کعبہ میرا گھر ضرور ہے، اس کا طواف ضروری ہے مگر اللہ تم

کو میرے نبی سے ملے گا لہٰذا جہاں میرا نبی جارہا ہے تم بھی چلے جاؤ اور کسی صحابی کو اجازت نہیں ملی کہ کعبہ میں رہ جائے۔ اس سے سبق ملا کہ اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ حج فرض اور دوسرے فرائض وواجبات کے بعد صحبتِ اہل اللہ بہت ضروری ہے۔ اللہ والوں سے چپکے رہو جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپکا ہوا دودھ پیتا رہتا ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ اختر میرے پیچھے اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔

ہجرت کے بعض اہم اسرار

بتایئے! کعبہ کتنا اہم ہے، جو اللہ کا گھر ہے اس کی اہمیت کا کیا کہنا، مگر ہجرت کا حکم دے کر بتادیا کہ میرے رسول کو کعبہ سے زیادہ اہم سمجھو، میرے رسول کے ساتھ جاؤ، وہیں تم کو اللہ ملے گا۔ یہاں تمہیں گھر ملے گا اور میرے نبی سے تمہیں گھر والا ملے گا۔ کتنا فرق ہوگیا، اور ہجرت کے حکم سے وطن کی محبت بھی نکل گئی۔ سب اپنا بنا بنایا گھر، بنی بنائی دوکان، رزق کے سارے وسائل چھوڑ چھاڑ کے رازق کو ساتھ لے گئے۔ یہ تھا ہجرت کا راز کہ رزق کے دروازے، دوکان داری، تجارت سب چھوڑ دو اور جہاں نبی جارہا ہے تم سب بھی ساتھ جاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہجرت سے وطن کی محبت بھی نکال دی اور یہ عقیدہ بھی کہ رزق اِسی دوکان سے ملے گا دل سے نکال دیا۔ اور جو صحابہ ہجرت کرکے گئے ان کو کمی نہیں ہوئی وہ سب خوش حال ہوگئے۔ ہجرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا بت توڑ دیا۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

بیت اللہ کے بے آب و گیاہ وادی میں واقع ہونے کا راز

اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سبزہ زار اور حسین مناظر والا نہیں بنایا، چٹیل میدان ہے، ایک سوکھا تنکا بھی وہاں نہیں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آدمی گھر بنانے سے پہلے جغرافیہ دیکھتا ہے کہ کہاں گھر بناؤں؟ ہم لوگ کیا پسند کرتے ہیں کہ گھر ایسی جگہ بناؤ جہاں درخت وغیرہ ہوں، ہرا بھرا ہو، آکسیجن خوب ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے تصورات سے بالاتر، سبزہ زار کے بجائے چٹیل میدان، بے آب و گیاہ پہاڑوں کے درمیان اپنا گھر بنایا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ارد گرد

کے پہاڑ سبزہ زار ہوتے تو حاجی لوگ کعبہ کو چھوڑ کر درختوں کے نیچے کیمرا لیے ہوئے سینری کی تصویریں بنایا کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جب حاجی میرے گھر آئیں تو میرے علاوہ کسی سے دل نہ لگائیں۔ یہاں بھی توحید ہے کہ میرے علاوہ پہاڑوں سے دل نہ لگاؤ، مناظر سے دل نہ لگاؤ۔

بیت اللہ کے مختصر ہونے کی عجیب حکمت

بعض لوگوں نے کہا کہ بڑے آدمیوں کا گھر بڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں لیکن گھر چھوٹا سا بنایا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو یہاں سے جدہ تک اپنا گھر بنا دیتا لیکن ایک ہی پھیرے میں تمہاری جان نکل جاتی۔ چھوٹا سا گھر بنایا جس سے جلدی جلدی سات پھیرے طواف کے ہو جاتے ہیں، اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے آرام کے لیے اللہ نے گھر چھوٹا بنایا جس سے طواف آسان ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حاجیوں کے لیے سہولت فرما دی۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

آفتابِ نبوت کا مطلع

نبوت غارِ حرا میں عطا ہوئی۔ وہاں بھی چٹیل پہاڑ ہیں اور درخت و سبزہ کا نام نہیں۔ میرا شعر ہے ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

ویرانے ہی میں خزانۂ نبوت عطا ہوا، ویرانوں کو حقیر نہ سمجھو، یہ ویرانے بڑے کام کے ہیں کہ جہاں سے آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی کچھ دن ویرانے میں عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد جب کوئی منصب عطا ہوتا ہے تب ان کو مخلوق میں بھیجتے ہیں کہ اب تم دین کا کام کرو۔ نبوت عطا ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویرانہ محبوب کر دیا گیا:

حُبِّبَ اِلَیَّ الْخَلَاءُ[1]

[1] صحیح البخاری: ۱/۲،(۳)، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ المظہریۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنہائی مجھ کو محبوب کردی گئی۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کو عطا کرنا ہوتا ہے اور جو جس کے مقدر میں ہوتا ہے اس کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، حُبِّبَ مجہول ہے کہ خلوت محبوب کردی گئی۔ معلوم ہوا ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

نفس کا تیل نکالنے سے خدا ملتا ہے

ارشاد فرمایا کہ بمبئی میں ہمارے ایک پیر بھائی تیل کا کاروبار کرتے ہیں۔ سرسوں اور بہت سی دوسری جڑی بوٹیوں کا تیل نکالتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر نفس کا تیل نکال دو تو بہت کامیاب ہوجاؤ گے، کیوں کہ نفس کا تیل نکالنے سے خود بھی ولی اللہ ہوجاؤ گے اور جو اس سے استفادہ کرے گا وہ بھی ولی اللہ ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نفس کا تیل کیسے نکالیں؟ میں نے کہا کہ نفس جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف کرے اس خواہش کو کچل دو، ہر وقت نفس سے کشتی لڑو، نفس سے مرتے دم تک جنگ ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾[۱]

کتنی ہی تکلیف ہو چاہے جان نکل جائے، لیکن نفس کی حرام خواہش کو پورا نہ کرو۔ لومڑیانہ چال سے اللہ نہیں ملتا، شیرانہ چال چلو۔

شرح حدیث اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا ... الخ

بمبئی میں ایک دن میرا بیان ہوا جس میں میں نے یہ حدیث پڑھی کہ:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ[۲]

یعنی اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھیے اور مسکین ہی ماریے اور مسکینوں میں میرا حشر فرمائیے۔ میں نے اس کی شرح بیان کی جو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھی ہے کہ یہاں مسکین کے

[۱] الحجر: ۹۹

[۲] جامع الترمذی: ۲/۶۰، باب ما جاء ان الفقراء المهاجرين يدخلون الجنة، ایچ ایم سعید

معنٰی یہ نہیں ہیں کہ امت غریب ہو جائے۔ مسکین کے معنٰی ہیں اَلْمِسْکِیْنُ مِنَ الْمَسْکَنَۃِ وَھِیَ غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْہِ الْمُبَالَغَۃِ[۱۳] مسکنت کے معنٰی ہیں کہ غلبۂ تواضع ہو، کمال درجہ کی خاکساری ہو، فقیر اور غریب ہو جانا مراد نہیں ہے۔ تو وہ تیل والے حاجی صاحب کہنے لگے کہ تین سال سے مارے ڈر کے میں یہ دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ کہیں غریب نہ ہو جاؤں تو مسجد مدرسے میں کیسے مال دوں گا؟ آج اس کے معنٰی معلوم ہو گئے۔ آج سے پھر یہ دُعا پڑھنا شروع کر دوں گا۔ کتنے صحابہ مال دار تھے؟ زکوٰۃ ادا کرتے تھے، صدقہ خیرات کرتے تھے، اگر مسکین سے مفلس ہونا مراد ہوتا تو سارے صحابہ مفلس ہو جاتے۔ مراد یہ ہے کہ دل مسکین ہو۔ ہاتھ میں پیسہ ہو، جیب میں پیسہ ہو اور دل میں نہ ہو، مال خوب ہو، مال کا نشہ نہ ہو۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

دُعائے قنوت میں مذکور جملہ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ دُعائے قنوت میں ایک جملہ ہے: وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ[۱۴] یعنی ہم ترکِ تعلق کرتے ہیں ان لوگوں سے جو تیرے نافرمان ہیں۔ اس کی وجہ سے بہت سے دیندار لوگ جو اس کا مطلب نہ سمجھے، اپنی نافرمان اولاد کو گھر سے نکال دیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتا یا انگریزی بال رکھتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت زیادتی ہے۔ یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے کہ اگر عقیدہ خراب ہو جائے، مثلاً قادیانی ہو جائے یہودی یا عیسائی ہو جائے تب اس سے قطع تعلق کرنا واجب ہے۔ مَنْ یَّفْجُرُکَ سے مراد فجورِ عملی نہیں ہے کہ مثلاً نماز نہیں پڑھتا، داڑھی نہیں رکھتا، انگریزی بال رکھتا ہے تو اس سے ترکِ تعلق کرنا مراد نہیں ہے، کیوں کہ اگر اس کو گھر سے نکال دیا تو بُری صحبتوں میں بیٹھ کر وہ بالکل ہی تباہ ہو جائے گا۔ ان کو جوڑے رہو، سمجھاتے رہو، کتنوں نے داڑھیاں رکھ لیں، نمازی ہو گئے، اس لیے اعمال کی کوتاہیوں پر ترکِ تعلق جائز نہیں کیوں کہ ترکِ تعلق اور زیادہ فساد اور تباہی کا

[۱۳] مرقاۃ المفاتیح: ۴۳۲/۹، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
[۱۴] کنز العمال: ۷۸/۸، فصل فی اوقات الصلٰوۃ مجتمعۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

سبب بن جاتا ہے۔ مَنْ یَّفْجُرُكَ سے مراد عملی فجور نہیں ہے، اعتقادی فجور ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اس کو الطرائف والظرائف میں لکھا ہے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

نفاقِ عملی اور نفاقِ اعتقادی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ایک مثال اور دیتا ہوں کہ جہاں حدیثِ پاک میں نفاق کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں نفاق سے مراد نفاقِ عملی ہے نفاقِ اعتقادی نہیں ہے۔

اِنَّ الْغِنَاءَ یُنْبِتُ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ[۱۵]

گانا نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے۔ یہاں نفاق سے مراد اعتقادی نفاق نہیں جس کے لیے یہ وعید ہے کہ:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[۱۶]

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ غنا مثلِ نفاق ہے، منافقوں جیسا عمل ہے، نفاقِ عملی مراد ہے۔ اس کے معنٰی یہ نہیں ہے کہ گانا بجانے والا منافق ہو گیا جس کے لیے جہنم کے درک اسفل کی وعید ہے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

آنکھوں پر دو قدرتی خود کار (آٹومیٹک) پردے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب ایک کام بہت آسان ہے اس کو پیش کرنا ہے، اس کے بعد تقریر ختم۔ بہت آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾[۱۷]

نظر سے کسی لڑکی کو یا بے ریش لڑکے کو دیکھنا، اور دل میں گندے خیالات پکانا، خواہ ماضی کے گناہوں کو یاد کر کے مزہ لینا یا کسی معشوق کو نہ پانا، لیکن دل میں فیچر بنا کر اس سے مزہ لینا دل کی

---

۱۵ السنن الکبرٰی للبیہقی: ۲۲۳/۱۰، (۲۱۵۳۶)، کتاب الشھادات

۱۶ النسآء: ۱۴۵

۱۷ المؤمن: ۱۹

خیانت ہے۔ اور دونوں گناہ ہیں، ایک آنکھوں کی چوری ہے اور دوسری دل کی خیانت ہے اور اکثر آنکھوں کی چوری ہی سبب ہوتی ہے دل کی خیانت کا۔ اور اس کا پرچہ حل کرنا بہت آسان ہے اور کیوں آسان ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے اوپر دو پردے دے دیے ہیں پلکوں کے، ان کو بند کرلو۔ بند کرنے کے لیے کہیں اُٹھ کر جانا نہیں ہے، کوئی سوئچ نہیں دبانا ہے، اس میں آٹو میٹک سوئچ ہے، آنکھ کے اوپر خود کار پردہ لگا ہوا ہے آٹو میٹک سوئچ والا۔ کوئی حسین شکل لڑکی یا لڑکے کی سامنے آگئی تو سوئچ دبانے کے لیے اُٹھ کر جانا بھی نہیں ہے کہ جاکر دباؤ تو آنکھ بند ہوگی، اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں خود ہی صلاحیت رکھ دی کہ بیٹھے بیٹھے پردہ گرادو اور آنکھ بند کرلو۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

اور دل میں گندے خیالات بھی نہ لاؤ۔ جو ملک سلامت رہنا چاہتا ہے وہ بارڈر کی حفاظت کرے اور کیپٹل کی حفاظت کرے، بارڈر آنکھ ہے اور کیپٹل دل ہے۔ پس اگر آنکھ کا بارڈر اور دل کا کیپٹل سلامت رہے گا تو ہمارا ملکِ ایمان، ملکِ اسلام، ملکِ احسان محفوظ رہے گا اور اگر بدنگاہی کرلی تو سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ قرآن شریف میں ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[۱۸]

ہر نظر بچانا ضروری نہیں ہے من تبعیضیہ ہے، بعض نظر بچانا ہے۔ جب کوئی نامحرم، کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن یا حسین لڑکا سامنے آجائے تو آنکھ بند کرلو اور دل میں گندے خیالات کی کھچڑی نہ پکانا بھی اختیار میں ہے، نہ دال نہ چاول اور کھچڑی پک رہی ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ایسا ہے کہ ہر شخص اس کے خلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہے، الّا یہ کہ بے حیا اور بے غیرت لوگ۔ انگریزوں اور یہودیوں کا یہاں تذکرہ نہیں ہے، انگریزوں کی ماں بیٹی کو کوئی دیکھے تو خوش ہوتے ہیں کہ ہماری ماں بیٹی (Select) ہورہی ہے، لوگوں کی نظر میں جچ رہی ہے، لیکن جو شرافت رکھتے ہیں ان کی ماں بیٹی کو دیکھو تو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے

[۱۸] النور: ۳۰

کہا کہ ایک شخص میری لڑکی کو جو برقعہ میں تھی دیکھ رہا تھا، میرا جی چاہتا تھا کہ بندوق ہو تو اس کو گولی ماردوں۔ ہر شریف انسان نہیں چاہتا کہ کوئی میری بیٹی کو، میری بیوی کو، میری ماں کو میری بہن کو بُری نظر سے دیکھے۔ تو جو ہم لوگ چاہتے ہیں وہی تو اللہ نے عین ہماری فطرت کے مطابق حکم نازل کردیا۔ روایت میں ہے ایک شخص نے جو جوان تھا کہا کہ مجھے زنا کی اجازت دی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھو۔ اپنے پاس بٹھایا۔ آج کل کوئی مولوی بٹھائے گا ایسے شخص کو اپنے پاس؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم وکرم تھا جو اُمت کے لیے سبق ہے کہ دعوۃ الی اللہ میں حکمت و تحمل کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں سے کوئی زنا کرنا چاہے تو تم اس کو اجازت دے دوگے؟ کہا کہ میں تو تلوار سے اس کی گردن اُڑادوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری بہن زندہ ہے؟ کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: تمہاری بہن سے کوئی زنا کی اجازت مانگے تو اجازت دے دوگے؟ کہا کہ اس کو بھی قتل کردوں گا۔ ایسے ہی آپ نے پھوپھی خالہ وغیرہ کا نام لے کر پوچھا اس نے یہی کہا کہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ تم زنا کی اجازت مانگتے ہو وہ کسی کی ماں ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی، تو جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لیے کیوں پسند کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینے پر رکھ کر یہ دُعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ[۱۹]

اے اللہ! اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما اور اس کے گناہ کو معاف فرما۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس کے بعد زندگی بھر زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

---

۱۹ شعب الایمان للبیھقی: ۴/۳۶۲،۳۶۳،(۵۴۱۵)،باب فی تحریم الفروج وما یجب من التعفف عنھا، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ،بیروت

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

''اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔''

❁❁❁❁

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے
دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد ومدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جلّ جلالہٗ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ اَوِاعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخۡذُ اللِّحۡیَةِ وَهِیَ مَادُوۡنَ الۡقَبۡضَةِ کَمَا یَفۡعَلُهٗ بَعۡضُ الۡمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمۡ یُبِحۡهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡکَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)...اللہ ورسول کانافرمان ۲)...آنکھوں کازناکار ۳)...ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کرلیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کرلیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لاکر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنابُرا نہیں لانابُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہوجانا یا پرانے گناہوں کو یاد کرکے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہوجائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللہ اَللہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

اللہ تعالیٰ سورۂ شمس میں سات قسموں کے بعد جواب قسم میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ آخرت میں کامیاب وہی ہے جو دنیا میں اپنا تزکیہ کرواکے آیا۔ تزکیہ کے معنی ہیں کہ ہر قسم کے گناہوں سے انسان کا ظاہر و باطن پاک ہوجائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ آخرت کا ناکام ہے جس کا نفس دنیا میں گناہوں کی دلدل میں دھنسا رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا ایک وہ جو کامیاب ہوگیا، دوسرا وہ جو ناکام ہوگیا۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''انعامات الٰہیہ'' نفس کے تزکیہ کے مضامین پر مشتمل ہے۔ حضرت اقدس نے اس وعظ میں انسان کے مختلف باطنی امراض کی نشان دہی کرکے ان کا علاج ذکر فرمایا ہے جو حصول تزکیہ میں نہایت مفید اور اثر انگیز ہے۔

www.khanqah.org

AW051